

طبی میدان عمل میں ضرورت کی بنیاد پر رخصت کا اطلاق

The Need Based Optimal Concessions and its Implications in Medical Field

* ڈاکٹر نجیب الحق

** ڈاکٹر دوست محمد خان

Abstract:

This research article discusses optimal concessions (Al-Rukhsa) in light of the views of Jurists in medical context. The study adopted an analytical method to analyze Quranic Verses, Ahadith and the principles of Fiqh and reliable classical juristic writings related to this particular topic. The study came up with several results and one of the important results is the emphasis on the permissibility of the idea of looking for the optimal concessions to be acceptable if certain conditions and criteria are duly fulfilled. It also conclude that the reforms of Islamic laws as well as juristic thoughts in the modern era can not oppose the Islamic fundamentals related to the idea of religious information as long as that reformation does not alter the fundamentals of Islam.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ پیشہ طب کے شعبہ سے منسلک ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اس شعبہ سے متعلق اسلام کی بنیادی اصولوں کو سیکھے اور اسے عملی جامہ پہنائے۔ مسلمان طبیب ایک غیر ذمہ دار انسان نہیں ہوتا بلکہ شعبہ طب سے وابستہ ہر مرد و زن کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے اور اس کائنات میں رب کائنات کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے مقام کو جان لے۔ ایک مشہور مقولہ ہے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کی معرفت کی راہ لی۔ پہچاننے کا مطلب یہ نہیں کہ میں کس کی اولاد ہوں یا میرا قبیلہ اور ملک کون سا ہے بلکہ پہچان سے مراد یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر یہ جان لے کہ بحیثیت ایک مسلمان اس معاشرہ

* ڈین پشاور میڈیکل کالج

** ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔

میں میری حیثیت کیا ہے؟ جب یہ حقیقت اس کے ذہن نشین ہو جائے تو پھر اس پر معرفت ربانی کے راز کھلتے جائیں گے جو اس کے رویوں میں مثبت تبدیلی کا باعث بنیں گے۔

انسانی تخلیق میں فلسفہ خلافت کا فرما ہے۔ ارشاد ربانی ہے ”انی جاعل فی الارض خلیفہ“ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو کرسی پر بٹھادیا۔ بلکہ اس کا تصور یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ وہ صفات جو فرشتوں میں ظاہر نہیں ہو رہی تھیں زمین پر انسان ان صفات کا مظہر ہے۔ اس دنیا میں اللہ کی خلافت کا تقاضا ہے کہ اس کے رویوں میں ان صفات کا اظہار ہو۔

ڈاکٹر درحقیقت بنیادی طور پر اللہ کی صفت ”شانی“ کا مظہر ہے اور اس کے پیشے کا تقاضا ہے کہ اس میں اللہ کی دوسری صفات مثلاً رحیم، کریم، ستار، غفار، عفور، صبور، حلیم، حکیم، ودود، عادل، سمیع اور بصیر وغیرہ کا اظہار بھی ہو۔ جیسے صفت شانی کا مطلب یہ ہے کہ دوا تو ڈاکٹر تجویز کرتا ہے لیکن شفا اللہ دیتا ہے اور ڈاکٹر کو دوا لکھنے کی یہ صلاحیت اللہ رب العزت ہی کی عطا کردہ ہے۔ اسی طرح اسے مریضوں سے معاملات کے دوران اس کے عمل میں ان دوسری بیان کردہ صفات (اس کے علاوہ بھی کئی نام و صفات ہیں جو ایک ڈاکٹر کے پیشے اور کام سے متعلق ہیں) کا اظہار بھی ہونا چاہئے۔ یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جو دل میں اتر جائے تو ایک مسلمان ڈاکٹر کے اخلاق اور رویے میں تبدیلی کی جھلک ضرور دکھائی دے گی اور اسے احساس و ادراک ہو گا کہ وہ اس زمین پر اللہ کی خلافت کا حق کیسے ادا کرتا ہے۔

شعبہ طب سے وابستہ افراد اور اداروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ضرورت کے مواقع کو کم سے کم رکھنے کی کوشش کریں۔ خصوصاً موجودہ زمانے میں ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے خواتین کو طبی میدان میں اتنے مواقع فراہم کر دیں کہ وہ طبی میدان میں خود کفیل ہو جائیں اور آپریشن یا دوسری طبی ضرورتوں کے لئے مردوں کی خدمات حاصل کرنے کی حاجت و ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ایسے ہی مرد و ڈاکٹروں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ بھی خواتین سٹاف وغیرہ کی ضرورت کو کم سے کم رکھیں اور متبادل مردانہ عملے کی ٹریننگ کا بندوبست کریں تاکہ بالآخر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جس میں خواتین مریضوں کے لئے خواتین ڈاکٹر اور عملہ اور مردوں کے لئے مردانہ عملہ میسر آجائے تاکہ صنف مخالف سے استفادہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے یا کم از کم بہت محدود ہو جائے۔

پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے وقت ایک مسلمان ڈاکٹر رنگ، نسل، جنس اور مذہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر اپنے پیشے کے فرائض کی ادائیگی اور مریضوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔ وہ فکری و اعتقادی حساسیت (اس معاملے کی نزاکت) کا ادراک کرتے ہوئے (بشمول مسلمانوں کے عقائد کے) ان

تمام لوگوں کے مذہبی اور فکری جذبات کا خیال کرتا ہے جو کوئی بھی عقیدہ رکھتے ہیں یا جو کسی بھی عقیدے پر یقین نہیں رکھتے۔

انسانی اعمال و افعال کی تقسیم و تفویض (حلال، حرام، مباح، مستحب) کا مرکز فرد ہے اور اس کے پیچھے یہ فلسفہ کار فرما ہے کہ اس کے ذریعے افراد اور تمام معاشروں کی تعمیر و ترقی اور بہبود ہوتا کہ انسان اپنی اس بنیادی ڈیوٹی کو سرانجام دے سکے جو اس کی تخلیق کا سبب ہے اور اس طرح اللہ کی رضا کا حصول ہو۔ بد قسمتی سے مسلمان ملکوں میں شعبہ طب سے متعلق اسلامی ہدایات و اصول عمومی طور پر طبی درسگاہوں (میڈیکل کالجز) کے نصاب کا حصہ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل سے متعلق صرف علم کی کمی ہی نہیں بلکہ شعبہ طب سے متعلق مسلمان ڈاکٹروں اور دوسرے افراد میں اس بات کا احساس تک نہیں رہا کہ یہ تصورات ایک مسلمان کے لئے اللہ کے ایک سچے نائب (خلیفہ) کے طور پر کتنے اہم ہیں۔ اسلام ایک عملی دین ہے۔ یہ دین فطرت اور ایک آسان دین ہے۔ یہ سختیوں والا دین نہیں ہے۔ اسلام تمام انسانوں کی بہبود کے لئے انسانیت کو مشکلات سے نکال کر آسانیاں دینے والا دین ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات میں اس کو بیان کیا گیا ہے یہاں صرف چند بطور مثال ذکر کی جاتی ہیں:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا^۱

"يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا"^۲

"وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّتُمْ إِلَيْهِ—"^۳

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ—^۴

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا—^۵

رسول کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد ہے "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا"^۶ ترجمہ۔ آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں نہ پیدا کرنا خوش رکھنے کی کوشش کرنا رنجیدہ کرنے کی نہیں (بخاری)۔

أحب الدين إلى الله الحنفية السمحة،^۷ (بخاری) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دین وہ ہے جو سیدھا اور آسان ہو۔

إن الله يحب أن تؤتي رخصة كما يكره أن تؤتي معصية،^۸ ترجمہ: اللہ تعالیٰ رخصت کو اسی طرح چاہتا ہے جس طرح معصیت اور گناہ کو ناپسند کرتا ہے۔

إِنْ خَيْرٌ دِينَكُمْ أَيْسَرُهُ وَإِنْ خَيْرٌ دِينَكُمْ أَيْسَرُهُ،^{۱۰} ترجمہ: تمہارا بہترین دین اس کی آسانی اور سہولت ہے۔

بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عملی زندگی کا طریقہ بھی یہی تھا کہ اگر دو چیزوں کے درمیان اختیار کرنا ہوتا تو آپ ﷺ آسان تر چیز کو اختیار فرماتے۔ آپ فرماتی ہیں ”نبی کریم ﷺ کو جب دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے آسان تر چیز کو اختیار کر لیا بشرط کہ وہ گناہ کی چیز نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ ان سے دور ہوتے۔۔۔“

اسی بنا پر فقہی قواعد میں بھی آسانیوں اور رخصتوں کا خیال رکھا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت لوگوں کے لئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے تکلیف اور مشقت سے نکلنے کے راستوں کی نشاندہی کی جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ ضرورت کی تعریف کیا ہے اور ضرورت کے وقت ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی حدود کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا“ اور ”تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ“ اور ”وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ“^{۱۱}۔ ان آیات میں وضاحت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی حدود کو پہچانو اور ان سے تجاوز مت کرو۔

اس لئے ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ ضرورت اور رخصت کے مسائل سے واقفیت حاصل کرے وہیں اس کا یہ بھی فرض ہے کہ ان حدود کو پہچاننے کی مکمل کوشش کرے جن سے تجاوز اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہوگا۔

انہی باتوں کے پیش نظر یہاں کچھ بنیادی نکات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ ضرورت کی تعریف اور اس کی اقسام

۲۔ مشقت کی تعریف اور اس کے درجات

۳۔ رخصت کی تعریف، اصول اور اقسام

اسی کے ساتھ یہ کوشش بھی کی جائے گی کہ مثالوں کی ذریعے بات کی وضاحت ہو سکے۔

ضرورت:

تعریف: اس کا مادہ ضرر ہے اور اس کا مطلب ہے نقصان۔ ضرر آجانی یا مالی نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

علامہ حمویؒ نے ضرورت کی تعریف اس طرح کی ہے^{۱۱}

”فا لضرورة بلوغه حداً ان لم يناول الممنوع هلك او قاربہ“ یعنی ضرورت ایسی حد تک پہنچنا ہے کہ اگر ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے۔ علامہ السیوطیؒ نے بھی ضرورہ کی ایسی ہی تعریف کی ہے۔ ان حضرات نے ضرورت کو اضطراب (وہ حالت جس میں جان کو شدید خطرہ لاحق ہو) کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ لیکن کچھ دوسرے اہل علم نے ضرورت کی تعریف میں توسیع کرتے ہوئے اس میں ایسی باتیں بھی شامل کی ہیں جس پر اگر عمل نہ کیا جائے تو نظام حیات میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ علامہ علی حیدر نے ضرورت کی تعریف یوں کی ہے ”ضرورت اس حالت کا نام ہے جو شرعاً ممنوع چیز کے استعمال پر آدمی کو مجبور کرے“^{۱۲} امام شاطبیؒ، وھبہ الزحیلی اور مفتی تقی عثمانی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ امام شاطبیؒ نے مقاصد شریعہ کی حفاظت کو ضرورت قرار دیا ہے۔

درجہ بندی:

ضرورت کی درجہ بندی تکلیف اور مشکل صورت حال کی شدت کے اعتبار سے کی جاسکتی ہے۔ اور اسی بنا پر رخصت لینے یا نہ لینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تکلیف کی شدت کی بنیاد پر مشقت کی تقسیم:

اس بنیاد پر مشقت کو تین درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ **مشقت عظیمہ:** ایسی تکلیف جو شدت کے اعتبار سے انسانی زندگی یا بقائے حیات کے لئے ضروری اعضاء (Vital Organs) کے لئے خطرہ ہو۔ اس حالت میں رخصت کی رعایت سے فائدہ اٹھانا واجب ہے اور اس میں حرام اشیاء کے استعمال کو بھی جائز کیا گیا ہے۔ مثلاً حرام ادویات و اشیاء سے جان لیوا بیماریوں یا زخموں کا علاج کرنا۔ یا گردے کے افعال کی خراب صورت حال میں روزہ کی ممانعت کرنا اور ایسے ہی ضرورت کے وقت ماہرین طب کا صنف مخالف کے جسم کے کسی حصے کا بقدر ضرورت معائنہ کرنا۔

۲۔ **مشقت متوسطہ:** شدید تکلیف تو ہو مگر جان لیوا نہ ہو۔ اس میں رخصت بھی لے سکتے ہیں مگر عزیمت کا راستہ بھی چننے کا اختیار موجود ہے۔ سفر یا بخار میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا۔ ایسی بیماریاں جو عارضی تکلیف کا باعث ہوں۔ جراثیم (آپریشن) کے بعد مریضوں کی نماز اور طہارت کے مسائل اور مختلف بیماریوں میں روزے کے مسائل اسی زمرے میں آئیں گے۔ البتہ ڈاکٹر اور مریض دونوں کے لئے اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ان کے کسی فعل یا رائے کے نتیجے میں جان یا عضو بدن کے ضائع ہونے کا امکان نہ ہو۔ اس میں رخصت کا جواز موجود ہے مگر حرام کے استعمال کی اجازت نہیں ہے

۳۔ **مشقت خفیفہ:** وہ تکلیف جو بہ آسانی معمول کے طور پر قابل برداشت ہو اس میں رخصت کی اجازت نہیں ہے۔ مثلاً ہلکا اور معمولی بخار یا سردرد وغیرہ۔ صحت مند فرد کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ معمول کی تکالیف اس کی عبادات میں نخل ہوں۔ اس میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ضرورت اور رخصت کی حدود سے نکل کر انسان خواہشات کے علاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔

مشقت عظیمہ تو ضرورت میں شمار ہوگی مگر مشقت متوسطہ حاجت میں۔

ضرورت اور حاجت کے فرق کو فقہاء کرام نے اس طرح واضح کیا ہے کہ ضرورت کی بناء پر تمام حرام قطعہ منصوصہ میں اباحت (وقتی طور پر بقدر ضرورت) ثابت ہوتی ہے اور حاجت کی بناء پر حرام قطعی منصوص کی اباحت ثابت نہیں ہوتی البتہ احکام میں تخفیف ہوتی ہے^{۱۷۰}

حالات کے اعتبار سے مشقت کی تقسیم:

۱۔ **وقتی اور محدود۔** بعض اوقات کچھ مخصوص حالات بھی مشقت کے دائرے کو متعین کرنے میں فیصلہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں مثلاً آپریشن کے دوران آپریشن تھئیٹر میں اوٹی کے لباس میں ہی نماز پڑھنا جس پر بعض اوقات خون کے معمولی دھبے بھی ہو سکتے ہیں۔ سرجن کا اشد ضروری اور لمبے آپریشن کے دوران روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ کرنا جب کہ روزہ رکھنے کی صورت میں اس ضروری آپریشن کے کرنے سے قاصر ہوتا ہو، یا کسی دھماکے یا قدرتی آفت کے رونما ہونے پر عبادات میں تخفیف کی سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور صرف فرائض پر اکتفا کیا جاسکتا ہے اور جب ضرورت بہت زیادہ ہو تو ادا کی بجائے قضا پر اکتفا کرنا۔

۲۔ **عمومی اور پائیدار:** معاشرے میں پھیلے مختلف عادات و اطوار بھی مشقت اور رخصت کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں مثلاً پیشہ طب اور مخلوط ماحول میں کام۔ ایسی طبی کانفرنسوں میں شرکت جس میں غیر شرعی کام بھی ہوتے ہوں (مثلاً میوزک یا ناعلم سے اختلاط یا غیر مسلم شرکاء کے ساتھ ایک ہی

میز پر بیٹھ کر کھانا جبکہ اس میں شراب بھی موجود ہو۔ یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ عموم بلوی کی ایک صورت ہے اور اس کا دائرہ عمل مکروہات اور مشتبہات تک محدود ہے۔ اس میں وقتی جواز کو بہانہ بنا کر حرام کو حلال کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے علاوہ علامہ شاطبیؒ نے ضرورت کی درجہ بندی پانچ مقاصد شریعہ کے مطابق کی ہے۔ جب کہ حمویؒ اور سیوطیؒ نے اس کو اضطرار، حاجت، منفعت، زینت اور فضول کے عنوان سے تقسیم کیا ہے۔

ضرورت کے اسباب:

۱۔ سفر۔ اس سے عبادات میں تخفیف ہو سکتی ہے

۲۔ مرض: یہ صحت کا اعتدال سے ہٹ جانے کا نام ہے۔ مریض کے لئے شریعت کے حکم پر عمل نہ کرنے یا اس میں آسانی پیدا کرنے کی تین بنیادی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ جان کی حفاظت

۲۔ عضو کی حفاظت

۳۔ مرض کی شدت میں اضافہ یا شفا میں تاخیر

۳۔ اکراہ: وہ حالت جو آدمی کو ایسے فعل یا قول پر مجبور کر دے جو اسے ناپسند ہو۔ حضرت ابن نجیم نے اکراہ کی تعریف یوں کی ہے ”خطرناک ذرائع یا اس کی دھمکی سے کسی پر دباؤ ڈالنا کہ کوئی کام کرے یا چھوڑے“^۸ اس صورت میں عمومی طور پر انسان کی اپنی رضا اور اختیار باقی نہیں رہتے اور اس کو اکراہ تام کہتے ہیں۔

۴۔ نسیان: نسیان بھول کو کہتے ہیں جو بغیر اختیار کے ہوتی ہے اور یہ بھی تخفیف یا رخصت کا ایک سبب ہے۔

۵۔ جہل: نہ جاننا یا علم میں کمی یا نقص ہونا۔

۶۔ عسر اور عموم بلوی: کسی ممنوع چیز کا معاشرہ میں علمی یا عملی طور پر اس طرح عام ہو جانا کہ اس سے احتراز کرنے کی صورت میں لوگوں کو سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ عموم بلوی وہاں معتبر ہوگا جہاں جواز اور عدم جواز میں علماء امت کا اختلاف ہو۔ اگر ایک مسئلہ کی حرمت پر اتفاق پایا جائے تو باوجود اس سے احتراز مشکل ہونے کے، اس کا ارتکاب ممنوع ہوگا۔

۷۔ نقص: جب کسی فرد کی عقل یا بدن میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو اس بنا پر بھی رخصت کا جواز بن سکتا ہے۔

وہبہ الزحیلی نے اس کے علاوہ مزید سات اقسام کا ذکر بھی کیا ہے

رخصت کی تعریف:

رخصت کا مفہوم یہ ہے کہ 'کسی ممنوعہ یا ناجائز عمل کو انسانوں کی بہتری کے لئے (بوقت ضرورت، بقدر ضرورت، عارضی طور پر) جائز کر دینا۔

رخصت کا مقصد:

رخصت کے ذریعے اسانی اور دفعِ حرج کا بنیادی مقصد، مقاصدِ شرعیہ [دین، جان، عقل، نسل (بثول عزت و آبرو اور، مال) کا تحفظ ہے۔

رخصت کے عوامل:

اعمال کئی طرح کے ہو سکتے ہیں اور فقہاءِ کرام نے ان کو تین بنیادی قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

ضرر:

وہ عمل جس کو برقرار رکھنے کے نتیجے میں جان کے جانے کا یا کسی عضو کے معطل ہونے کا شدید خطرہ ہو۔ یہ رخصت کا یقینی سبب ہے۔

حاجات:

کوئی ضرورت یا عمل جس کے جاری رہنے سے زندگی کے جانے یا عضو کے معطل ہونے کا خطرہ تو لاحق نہ ہو لیکن معمول سے زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے۔ یہ رخصت کا محدود سبب بن سکتے ہیں۔ مریضوں کے لئے وضو، طہارت، نماز اور روزے کے مسائل کا بعض حالات میں اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

تحسینیات:

وہ امور جو کسی عمل کو خوشنما اور مرغوب بناتے ہیں۔ ان کی اجازت ہو یا مطلوب و مقصود ہوں، ان سے زندگی یا کسی عضو کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ ان کے کرنے میں کچھ مشقت تو ہو سکتی ہے لیکن یہ رخصت کی وجہ نہیں بن سکتے۔ لیکن بعض اوقات یہ درجہ اہمیت حاصل کر کے بعض افراد میں تحسینیات بھی حاجات کا درجہ پا لیتے ہیں مثلاً اسلام نے کثرتِ اولاد کو پسند کیا ہے لیکن اگر کسی خاتون کی صحت کثرتِ اولاد کی وجہ سے اتنی متاثر ہو کہ اس کا حسن و جمال ختم ہو کر اس کی گھریلو زندگی کو متاثر کرے تو پھر اس کے لئے مانعِ حمل ادویات کے استعمال کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔

فقہ اسلامی میں ضرورت کی بنیاد پر رخصت دینے کے قاعدے:

ان قواعد کی بنیاد کئی احادیث اور قرآنی احکام ہیں اور ان میں ایک مشہور اور اہم حدیث ”لا ضرر ولا ضرار“^{۱۹} ہے جو بذاتِ خود ایک فقہی قاعدہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ فقہانے کچھ مزید بنیادی قواعد وضع کیے ہیں جن کی بنا پر مشکل کو دور کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں: ^{۲۰} ۲۱

المشقة تجلب التيسير۔ مشقت (یاد شواری) آسانی لاتی ہے۔

الضرر يزال مشکل کو دور کیا جائیگا۔

الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف بڑی مشکل (نقصان) کو چھوٹی مشکل (نقصان) کے ذریعے ختم کیا جائے گا۔

”جميع المحرمات تباح بالضرورة“ اشد ضرورت کے وقت تمام ممنوعہ اشیاء جائز ہو جاتی ہیں۔
الضرر لا يزال بمثله۔ ایک مشکل (نقصان) کو اس کے برابر دوسری مشکل (نقصان) سے دور نہیں کیا جاسکتا۔

الضرورات تبيح المحظورات ضرورت کی بنیاد پر ممنوع چیزوں کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔
الضرورات تقدر بقدرها ضرورت صرف مطلوبہ مقدار کے مطابق ہی (معتبر) ہوگی۔ ممنوعات کی اجازت بقدر ضرورت اور ایک مخصوص مدت تک ہی رہیگی۔
ما جاز بعذر بطل بزواله جو چیز جس ضرورت کے لئے جائز ہوگی اس عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا۔

دفع المضرة مقدم على جلب المنفعة: (درء المفسد اولیٰ من جلب المصالح) مضرت کو دور کرنا حصول نفع پر مقدم ہے۔ (مفسد کو دور کرنا فوائد کے حصول پر فوقیت رکھتا ہے)۔ العادة محكمة: عادت کسی حکم کی بنیاد بن سکتی ہے۔

رخصت کے اصول:

رخصت کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رہے کہ بسا اوقات انفرادی معاملے میں رخصت کے مقابلے میں عزیمت پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے مثلاً جبر و تشدد کے وقت کلمہ کفر کہنے کی رخصت ہے مگر توحید کے اقرار پر قائم رہے تو ثواب کا ذریعہ ہے۔ لیکن علاج معالجے کے میدان میں بسا اوقات رخصت سے استفادہ ضروری ہوتا ہے مثلاً ایکسیڈنٹ کی صورت میں زخمی بستر پر پڑے ہوں اور ڈاکٹر عزیمت پر

عمل کرتے ہوئے ذاتی عبادات میں مشغول ہو تو یہ گناہ ہوگا۔ اسے چاہئے کہ فوراً مریضوں پر توجہ دے کر ان کی جان بچانے کی فکر کرے اور نماز بعد میں پڑھ لے۔

رخصت درج ذیل اصولوں کے تحت دی جاسکتی ہے:

- یہ مخصوص حالات و مسائل کے لئے ہے نہ کہ عام قاعدہ، یہ صرف خاص مسئلہ اور حالت تک ہی محدود ہوگی اور اس کا اطلاق دیگر مسائل پر نہیں کیا جائیگا۔
- ”ضرورت“ کے تحت رخصت کی اجازت کے لئے ہر مسئلے کا مشاہدہ اور تجزیہ الگ الگ کیا جائیگا۔
- رخصت، مشقت کی شدت کی بنیاد پر دی جائے گی
- رخصت قابل جواز حدود کے اندر ہوگی۔
- اس کا اطلاق مبنی بر حقیقت صورت حال پر ہوگا نہ کہ فرضی حالت پر (قاعدہ کلیہ یقین و امکان)
- صرف مکمل آگہی کی صورت میں ہی رخصت دی جائے گی بصورت دیگر اہل علم سے رجوع کیا جائے گا۔

- اس کا مقصد تکلیف اور مشکلات کو دور کرنا ہے نہ کہ لذت و راحت کا حصول
- نیت نیکی (اطاعت) کی ہوگی نہ کہ معصیت (نافرمانی) کی
- رخصت اختیاری ہوگی جبراً نہیں۔ (مثلاً قیدیوں کے معاملے میں، ملازمت (خدمات) کی شرائط میں)
- حق اختیار کا استعمال۔ فرد خود رخصت یا عزیمت کا فیصلہ کرے گا۔ (مثلاً سفر میں روزہ نہ رکھنے کی آزادی یا خلاف اسلام کاروائیوں پر مبنی طبی کانفرنسوں میں شرکت)
- اس پر عملدرآمد صرف عارضی (وقتی) ہوگا۔ حالات بہتر ہونے کی صورت میں یا متبادل حل کی موجودگی کی صورت میں رخصت ختم ہو جائیگی۔
- رخصت صرف اسی صورت میں لی جائیگی جب کوئی بھی جائز متبادل حل موجود نہ ہو۔ ایسی صورت حال کہ جس میں حلال متبادل موجود ہو ضرورہ کے اصول کے تحت حرام اشیاء یا عمل کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

ایک عمومی مثال کے ذریعے اس بات کی مزید وضاحت / تشریح کرتے ہیں۔ موجودہ معروضی حالات میں مرد اور زنانہ ڈاکٹروں کا ہسپتال میں اکٹھے کام کرنا اور مریضوں کی دیکھ بال کرنا ایک مجبوری ہے، لیکن اس اختلاط میں شرعی حدود کا خیال رکھنا بھی لازم ہوگا۔

ضرورہ۔ مردانہ اور زنانہ ڈاکٹروں کا اکٹھے ایک جگہ کام کرنا اور صنف مخالف کے مریضوں کو دیکھنا۔

رخصت: ضروری اور خاص حالات (مثلاً جہاں ایک ہی استعداد کے مرد و خواتین ڈاکٹر علیحدہ علیحدہ موجود نہ ہوں) میں اکٹھے کام کرنے کی اجازت ہوگی اور مریضوں کی دیکھ بال کی جاسکے گی۔ یہی صورت حال طب کی تعلیم میں بھی ہو سکتی ہے۔

حدود: ان حالات میں اختلاط کے شرعی تقاضوں کا خیال رکھا جائے گا اور اختلاط بقدر ضرورت ہی ہوگا۔ کام کے دوران یا بعد میں پارٹیوں (مجالس، محافل) میں آزادانہ اختلاط اور ہنسی مذاق کی اجازت نہیں ہوگی۔ مریضوں کے معائنے میں بھی شرعی حدود کا خیال رکھا جائے گا۔

رخصت کی اقسام:

رخصت بنیادی طور پر سات حالات میں دی جاسکتی ہے۔ اسقاط، تنقیص، ابدال، تقدیم و تاخیر، ترخیص اور تغیر۔ جب ان میں سے کوئی بھی حالت موجود ہو تو یہ رخصت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اسقاط: اسقاط (معافی): عورت کو حیض کی حالت میں نماز کی رخصت ہے۔

تنقیص: تنقیص (کچھ کمی کرنا) سفر میں چار رکعت نماز کم کر کے دو رکعت ادا کرنے کا حکم ہے۔

ابدال: (بدل): بحالت ضرورت تیمم کی وضو کے بدل کے طور پر اجازت ہے

تقدیم: (مقدم کرنا، پہلے کرنا) ظہر کے ساتھ نماز عصر کو ملا کر وقت سے پہلے ادا کرنا مثلاً عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا یا ظہر کے وقت آپریشن شروع کرتے وقت یہ یقین ہو کہ آپریشن اتنی دیر سے ختم ہوگا کہ عصر قضا ہو جائے گی۔

تاخیر: (دیر سے، مقررہ وقت کے بعد) مغرب کو دیر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھنا، (مثال، مزدلفہ، عصر کو آپریشن شروع ہو اور مغرب قضا ہو جائے تو عشاء کے ساتھ پڑھنا)

ترخیص: (رخصت یا اجازت) مردوں کو ریشم پہننے کی اجازت جبکہ دیگر کپڑوں سے الرجی (خارش) وغیرہ کا مسئلہ درپیش ہو۔

تغیر: (حالت میں تبدیلی) بیماری میں بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا۔ یا صلوة خوف ادا کرنا۔

حلال، حرام اور مشتبہات کی پہچان اور علم:

ضرورت یا حاجت کی بنیاد پر رخصت لینے یا دینے کی صورت میں ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے حلال، حرام، مباح اور مشتبہات کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس لئے درج ذیل سطور میں اس کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

حرام اور حلال کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا وہ حرام ہے اور جن کے بارے میں سکوت فرمایا وہ معاف ہیں۔ لہذا اللہ کی اس فیاضی کو قبول کرو، کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ مریم کی آیت (اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی) تلاوت فرمائی۔“ (البیہقی، مستدرک حاکم) ۲۲

اسی طرح مشتبہات کے بارے میں آپ ﷺ کی درج ذیل حدیث مشعل راہ کا کام دیتی ہے

حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں کہ آیا یہ حلال ہیں یا حرام۔ تو جو شخص اپنے دین اور آبرو کو بچانے کے لئے ان سے احتراز کرے گا وہ سلامتی میں رہے گا، لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوگا تو اس کا حرام میں مبتلا ہونا بعید نہیں جس طرح کوئی شخص اپنے جانور ممنوعہ چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے تو ان کے اندر داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور سنو! اللہ کی ممنوعہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔“ (بخاری و مسلم)

حلال اور حرام کے جمع ہونے کی صورت میں حرام کا حکم لگے گا:-

ما اجتماع الحلال و الحرام الاغلب الحرام۔ (مصنف عبدالرزاق) بعض محدثین نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے (زیلعی) اور بعض نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً روایت کی ہے۔ فقہاء نے ذیل کا اصول نکالا ہے۔

”جب ایسی دودلیلوں کا ٹکراؤ ہو جن میں سے ایک سے حرمت ثابت ہوتی ہو اور دوسری سے اباحت تو حرمت کو مقدم رکھا جائیگا۔ مثلاً اگر مردار کی چربی تیل کے ساتھ مل جائے تو ایسے تیل کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

جس چیز کا لینا حرام اُس کا دینا بھی حرام ہے۔ ماحرم اخذہ حرم اعطائہ۔ جس کا لینا حرام ہے اُس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، رشوت، کہانت وغیرہ کی اجرت۔ جس فعل کا کرنا حرام اُس کا دوسرے سے مطالبہ بھی حرام ہے۔ ما حرم فعلہ حرم طلبہ۔ جس فعل کا کرنا حرام ہے دوسرے سے اُس کا مطالبہ بھی حرام ہے۔

ان عوامل کی موجودگی میں ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے مشتبہات کے بارے میں فیصلہ کرنا بہت اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ کئی مواقع پر ایسے ہی معاملات درپیش ہوتے ہیں جن کے بارے میں اسے بہر حال کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ان حالات میں اس کے فیصلے کی بنیاد اس کا اپنا علم، تقویٰ اور نیت ہی ہیں۔ ایسی صورت میں اس کے لئے راہِ عمل نبی کریم ﷺ کا وہ فرمان مشعل راہ کا کام دیتا ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بطور مشورہ فرمایا کہ ایسی صورتِ حال میں دل کی کیفیت کو مد نظر رکھ کر انسان خود فیصلہ کرے کہ اس کا ضمیر اس سے مطمئن ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"یا وابصہ! واستفت قلبك، واستفت نفسك، البر ماطمئن اليه القلب، واطمأنت إليه النفس والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس وأفتوك".^{۳۲}

ترجمہ: اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھ لیا کرو، اپنے نفس سے پوچھ لیا کرو۔ نیکی کا کام وہ ہے جس پر دل اور نفس مطمئن ہو جائے۔ اور گناہ کا کام وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں تردد ہو۔ اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں یا فتویٰ دے دیا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر اپنے دل کو ہی مفتی بنا کر اُس سے دریافت کیا جائے کہ کیا یہ رخصت لینا یا دینا جائز ہے؟ چنانچہ جس صورت میں مریض کا فائدہ ہو اور بددیانتی اور بدینتی موجود نہ ہو اسے اختیار کیا جائے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ اس دل کی بات ہو رہی ہے جس میں حرام و حلال جاننے کا نہ صرف مخلصانہ جذبہ موجود ہو بلکہ ساتھ ہی اس کے جاننے اور سمجھنے کی مسلسل تڑپ رکھتا ہو اور عملی جدوجہد بھی کرتا ہو۔ اس حدیث میں ایک مومن کی بات کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ مومن کے لئے ہر معاملہ میں قرآن و سنت ہی راہِ نمائی اور ماخذِ قانون ہے۔ قرآن و سنت سے آزادی کسی مومن کے نہ شایانِ شان ہے نہ اس کے لئے جائز۔

یہ اس شخص کے دل کی بات نہیں ہو رہی جس کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں تفصیل بیان کی کہ ابتداء میں تو اس پر گناہ سے الیک کالادھب لگ جاتا ہے لیکن پھر گناہ کرتے کرتے وہ دل پورے کا پورا کالا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس میں حق کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام غزالیؒ نے فرمایا کہ اس کا تعلق کسی عمل کے مباح اور جائز ہونے کے فتویٰ کے ساتھ ہے۔

اگر کسی معاملے میں حرام کا فتویٰ موجود ہے پھر تو اس کام سے رکنا لازم ہے، یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر مفتی کسی چیز کی حرمت کا حکم دے تو پھر بھی ہم دل سے پوچھیں بلکہ جس چیز کی حرمت کا فتویٰ آجائے اس پر عمل درآمد ہو اور خواہ مخواہ محرمات مکروہات اور مشتبہات کے ارتکاب کی عادت نہ ڈالی جائے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے صریح حکم کو توڑنے کی نوبت آنے میں بھی دیر نہ لگے گی اور نہ ہی وہ گناہ محسوس ہوگا۔ اس بات سے بھی مکمل اجتناب کیا جائے کہ اس بناء پر نعوذ باللہ اپنے دل کو قرآن و سنت کی طرح شارع کا درجہ دے کر گمراہی کا شکار ہوں اور اپنی یا مریض کی خواہش پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ حرام دواؤں کے استعمال میں رخصت کے لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر غلبہ ظن کے دائرے میں یہ مشورہ دیں کہ اس سے بیماری ختم یا اس میں اتنی کمی آسکتی ہے کہ بیماری انسان کے تحمل کے دائرے میں آجائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی کوئی متبادل دوائی موجود نہ ہو جو اس قسم کے علاج میں کارآمد ہو۔

ضروری نوٹ:

اس تحریر میں عربی زبان کی کتابوں سے لئے گئے حوالہ جات اور زیادہ تر احادیث جامعہ عثمانیہ پشاور کے ”شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء“ کے درج ذیل دو غیر مطبوعہ مقالوں سے لئے گئے ہیں

۱۔ شریعت میں ضرورت کا دائرہ کار۔ مقالہ نگار ابو بکر الکوثری۔ زیر نگرانی، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ اسباب تخفیف اور احکام شرعیہ۔ مقالہ نگار انوار الحق عثمانی۔ زیر نگرانی، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن۔

حواشی و حوالہ جات:

۱. القاری، ملا علی، مرقاة المفاتیح فی شرح مشکاة المصابیح، باب: الايمان بالقدر، ج ۱، ص: ۳۵۰، دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء؛ المناوی، عبد الرؤوف، فیض القدر فی شرح الجامع الصغیر، ج ۱، ص: ۲۲۴، المكتبة التجارية الكبرى، اسکندریہ، مصر، ۱۳۵۶ھ۔

- ۲۔ سورہ البقرہ: ۲۸۶
- ۳۔ سورہ النساء: ۲۸
- ۴۔ سورۃ الانعام: ۱۱۹
- ۵۔ سورۃ الحج: ۷۸
- ۶۔ التغابن: ۱۶
- ۷۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وكان یحب التخفیف والیسر علی الناس، ج ۳، ص: ۱۳۳، حدیث نمبر: ۵۷۷۳ دار إحياء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء؛
- ۸۔ البخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر، ج ۱، ص: ۲۳
- ۹۔ ابن خزيمة، محمد بن اسحاق، باب استحباب الصوم فی السفر، ج ۲، ص: ۹۷۵، تحقیق: محمد مصطفى الأعظمی، المكتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۲۰۰۲ م
- ۱۰۔ أبو عبد الله الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، حدیث محجن بن الأدرع رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص: ۴۷۹، مؤسسة قرطبة، قاهرة، مصر، ۲۰۰۵ء
- ۱۱۔ البقرہ: ۱۸۷
- ۱۲۔ البقرہ: ۲۲۹
- ۱۳۔ الطلاق: ۱
- ۱۴۔ الحموی احمد بن محمد الحنفی، غمر عیون البصائر: ۱-۵۲، ادارة القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔
- ۱۵۔ السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، الاشیا والنظارا: ۱-۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۔ علی حیدر، درر الاحکام: ۱-۳۸، المکتبۃ العربیہ کوئٹہ
- ۱۷۔ مولانا مجاہد اسلام قاسمی، جدید فقہی مباحث صفحہ ۹، ادارة القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی
- ۱۸۔ زین الدین بن نجیم، بحر الرئق ۸-۷۰، مکتبہ رشیدیہ
- ۱۹۔۔ طبرانی فی الاوسط
- ۲۰۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ قواعد کلیہ اور ان کا آغاز و ارتقا (مع اذافات)۔ صفحہ ۸۱-۱۱۶ طبع دوم ۲۰۱۴ شریعہ اکیڈمی
- بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
- ۲۱۔ مولانا محمد نعمان صاحب۔ قواعد الفقہ طبع جدید ۲۰۱۴ صفحہ ۱۰۷ تا ۱۳۶ و ۲۶۷۔ ادارة المعارف کراچی

۲۲ اسلام میں حلال و حرام صفحہ ۱۹-۱۸۔ تالیف: علامہ یوسف القرضاوی۔ ترجمہ: شمس پیرزادہ۔ مکتبہ اسلامیہ

لاہور

۲۳۔ مسند أحمد، حدیث وابصة بن معبد الأسدي، ج ۴، ص: ۲۲۸